خدا مجھے نفَسِ جبرئیل دے تو کہوں

{ گردے کا "عطیہ" پانے والے ایک بندۂ خدا کے اعترافات }

Confessions of a Renal Transplant Recipient



قیصر شہزاد

بِسْمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحْمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

الحمدلله الذي أحلّني حِما لُطفِ الله

الحمدلله الذي أنزلني جَنّةَ رَحمةِ الله

الحمدلله الذي أجلَسَني في مقامِ محبةِ الله

الحمدلله الذي أذاقَني مِن مَوئدِمددِالله

كُلّ ذلك على ما فَرَّطتُ في جنبِ الله

وضَيّعتُ من حُقوقِ الله

فذلك الفَضلُ مِن الله

ومَن يَغفِر الذُنوبَ الّا الله

(من اوراد الشيخ الأكبر)

پیش لفظ:

۱۴ دسمبر ۲۰۱۵ کو ہمارا گردے کی پیوند کاری کا آپریشن ہوا۔ آپریشن کے بعد سات روز ہسپتال میں رہنا پڑا جو ہمارے لیے بالکل نیا اور مختلف تجربہ تھا کہ چالیس سالہ زندگی میں اللہ تعالی نے اس قدر عافیت کا معاملہ فرمائے رکھا تھا کہ کبھی ہسپتال میں اپنی کسی بیماری کے باعث رات گزارنی نہیں پڑی تھی۔ یہاں تک کہ گردوں کے مزمن مرض کی تشخیص کے بعد کے دو سال بھی ہمیں کوئی ایسی تکلیف نہیں دیکھنا پڑی جو اس عارضے میں مبتلا لوگ عموما دیکھتے ہیں۔ کامیاب جراحی کے بعد ایامِ تنہائی میں اللہ کریم کی رحمتیں لحمہ بہ لحمہ دیکھیں۔ ارادہ تھا کہ اپنا یہ منفرد تجربہ دوستوں کے سامنے کہانی کے سے انداز میں پیش کریں گے۔ ہسپتال سے گھر آکر رحمتِ خداوندی کی بارشوں نے عجیب وغریب رنگ اختیار کرنا شروع کیا تو ہمارے ذہن میں خیال آیا کہ ان باتوں کو شخصی کہانی کی بجائے مناجات کے اسلوب میں ہونا چاہیے۔ معلوم نہیں اس خیال کا مصدر کیا تھا لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس نے مجوزہ کتاب اور مصنف دونوں کی قلبِ ماہیت کر دی۔ نتیجے کے طور پر جو چیز تیار ہوئی وہ آپ کے سامنے ہے۔ گر قبول افتد زہے عزو شرف!

اس تحریر کا بیشتر حصہ راتوں کو نیم شب کے بعد اور سحر سے قبل لکھا گیا۔ اور جس زمانے میں لکھا گیا تب لکھنا ہمارے لیے آسان بالکل نہ تھا اس لیے کہ تازہ زخم اور ٹانکوں کے باعث زیادہ دیر بیٹھنا ممکن نہ تھا۔ ہم نے اس کتاب کو کسی ترتیب کے ساتھ نہیں لکھا چنانچہ جس حصے کا عنوان "الوداع" ہے وہ درمیانی حصے سے قبل صفحہء قرطاس پر آچکا تھا۔ اور اس کام کا بیشتر حصہ ایسا تھا جو ہم ان لمحات میں کبھی نہ لکھ پائے جب ہمارا جی چاہا کہ قلم اٹھا کر کچھ لکھا جائے بلکہ عموما ایسا ہوا کہ خیالات کے زیرِ اثر رات کو سوتے میں ایک خاص وقت {جو عموما رات بارہ کے کچھ منٹ بعد کا رہا} ہماری آنکھ کھل گئی۔ اور جب تک وہ خیالات قلم بند نہ ہو گئے ہم سو نہ سکے۔ اسی طرح اس تحریر کی کانٹ چھانٹ کرنے یا قلم لگانے کی ابتدا میں کم ہی نوبت آئی۔

اجزاء

ا۔ابتدائیہ

ذکر رحمۃِ ربّک عبدَہ ---

ذکر تیرے رب کی رحمت کا اپنے بندے پر

ربِ کریم

توہمیں اس وقت سے جانتا ہے جب تو نے ہمیں مٹی سے اٹھایا اور جب ہم اپنے ماوں کے بطن میں بصورتِ جنین تھے [1] اور تو یہ تک جانتا ہے کہ ہمارے نفس ہمیں کیا پٹیاں پڑھاتے ہیں کہ تُو تو ہماری شہ رگ سے سے بھی زیادہ قریب ہے [2]۔اگر میں اپنی داستان لے کر تیرے سامنے حاضر ہوا ہوں تو اس لیے نہیں کہ مجھے تیری معلومات میں کوئی اضافہ کرنا ہے بلکہ اس لیے کہ تو نے تحدیثِ نعمت کا حکم دے رکھا ہے تو جس حد تک یہ فعل میرا ہے تو گواہ رہنا کہ تحدیث و شکرِ نعمت کی خاطر ہے۔

مٹھا میوہ بخش اجیہا، قدرت دی گھت شیریں۔

جو کھاوے روگ اس دا جاوے، دور ہووے دلگیری

---

[1] هو أعلم بكم إذ أنشأكم من الأرض و إذ أنتم أجنة في بطون أمهاتكم فلا تزكوا أنفسكم [النَّجم: 32].

[2] و لقد خلقنا الإنسان و نعلم ما توسوس به نفسه و نحن أقرب إليه من حبل الوريد(ق.16)

۲۔ شکرِ نعمت ہائے ربانی

اے کریم!

اے وہ ذات جس نے یکتا و تنہا ہوتے ہوئے اپنے ساتھ بندے کے والدین کا ذکر کرنا پسند کیا: واشكر لي ولوالديك

چنانچہ میں شکرِ والدین سے ہی آغاز کرتا ہوں کہ تیرے شکر کی دہلیز تک پہنچ پاوں کہ تیرے پیارے نبی نے تعلیم دی ہے کہ جو انسانوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ تیرا شکر ادا بھی نہیں کر سکتا۔

تو نے مجھے ایسے والدین کے ہاں پیدا کیا تیرا کلام جن کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ محنت کوشی جن کا شعار تھا

والدہ جس نے بچوں اور خواتین کو تیرے کلام کی تلاوت سکھائی اور گزر اوقات کے لیے ہاتھوں سے محنت کی۔ میری والدہ کو تو نے صبر کا پہاڑ بنایا تھا اور ناداری کے باوجود ان کی سخاوت کا یہ حال تھا کہ ان کی چوکھٹ سے کبھی کوئی خالی ہاتھ نہ لوٹا تھا۔

ان کے صبر سے وافر حصہ ان کی اس بیٹی کو بھی عطا کیا تھا جسے اس کی دکھ بھری زندگی سے نجات تو نے سرطان کی بیماری کے ذریعے دی۔ اے اللہ ہم سب کو والدہء مرحومہ جیسا صابر اور ثابت قدم بنا۔

والد وہ جس کا حفظِ قرآن ضرب المثال ٹھہرا۔ جسے تو نے ۵۹ سال تک اپنا کلام رمضان میں سنانے کی توفیق دیے رکھی

اور جب میری والدہ کو تو نے اپنے پاس بلا لیا تو اس مثالی حافظ کا حافظہ اس حد تک ہی برقرار رکھا کہ وہ تیرا کلام یاد رکھ سکے لیکن کوئی دکھ دینے والی یاد اس کے ذہنی سکون میں مخل نہ ہو سکے کہ اس کے بڑھاپے کا واحد صدمہ تیس سال سرد و گرم ساتھ دیکھنے والی بیوی سے محرومی ہی نہ تھی بلکہ یکے بعد دیگرے دو بیٹیوں کی اچانک موت کا سانحہ بھی تھا۔

لیکن اے رحیم جب اس بیماری کے باعث میں اپنے والد کی دعاوں کا خصوصی طور پر محتاج ہوا تو تو نے انہیں اپنے خصوصی لطف و کرم سے یادداشت لوٹا دی کہ مسلسل کئی ماہ تک وہ نہ صرف مجھے اور میرے مرض کو یاد رکھیں بلکہ بار بار میرے متعلق

پوچھیں اور دعا کریں۔ حالانکہ عموماً ان کی یادداشت اس حد تک ساتھ بھی نہیں دیتی تھی کہ اپنے دونوں بیٹوں یا پوتوں میں ہی امتیاز کر سکیں ۔

تو نے مجھے بہنیں ایسی دیں جو ماں کے بعد سب سے بڑھ کر ماں جیسی ہوں۔ سب سے بڑی بہن نے والدہ کی وفات کے بعد خود کو والد کی خدمت کے لیے یوں وقف کیا کہ کسی اور کو ان کا کوئی کام نہ کرنے دیتی تھیں۔ یہ خدمت انہوں نے اپنا فرض نہیں بلکہ حق سمجھ کر کی اور اپنے آپ کو بھلائے رکھا یہاں تک اچانک ایک جان لیوا مرض نے زندگی کا خاتمہ کر دیا۔

میری باقی دو بہنوں میں سے ایک نے میرے بچپن سے میری تعلیم کا بیڑا اٹھائے رکھا اور اس حوالے سے میرے ماں باپ کو بھی کبھی پریشان ہونے یا سوچنے کا موقع نہ دیا۔ یہ بہن وہ ہستی ہیں جن کے روز و شب میرے اور باقی اہلِ خانہ کے لیے دعائیں کرنے میں گزرتے ہیں۔

بہنوں میں سب سے چھوٹی بہن کی زندگی اے خدا آزمائشوں سے عبارت رہی یہاں تک کہ اسے ملک چھوڑ دینا پڑا اور ماں اور دو بہنوں کی اچانک وفات کے صدمے پردیس میں جھیلنے پڑے۔

بڑا بھائی وہ دیا جس نے میری اور بہن بھائیوں کی خاطر لوگوں سے ہر طرح کا تعلق معطل رکھا، کوئی دوست سنگی نہ بنایا۔ میری تعلیم و تربیت اور برے ماحول سے مجھے بچانے کے لیے انہوں نے اپنی جان کھپا دی۔ ان کی محنتوں اور قربانیوں کے باعث مجھے اچھی تعلیم حاصل کرنے کا موقع حاصل رہا۔

خداوندا!

ان سب نے میری بیماری اور مراحلِ علاج میں مجھ سے زیادہ درد اور تکلیفیں اٹھائی ہیں اور پریشانیاں دیکھی ہیں۔ ان کے واسطے تیری رحمت سے فریاد ہے۔ انہیں صحت و عافیت والی لمبی عمریں عطا فرما۔ ہم پر ان کے بچوں پر تا دیر ان کا سایہ برقرار رکھ۔ کبھی رزق کی تنگی نہ ہونے دے۔ اور ان کی زندگیوں کو عافیت سے مالا مال رکھیو۔

رَبِّ إِنِّي لِمَا أَنزَلْتَ إِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيرٌ[3]!

اے ودود!

میرے سر سے ماں کا سایہ اٹھانے سے قبل تو نے مجھے ایک ایسی بیوی عطا کی جو "هن لباس لكم" اور "لتسكنوا إليها" کی تفسیر ہو۔ جس نے یہ مشکل وقت تجھ پر یقین کے سہارے کاٹا۔ میری سہولت آرام اور صحت کی خاطر اپنے جگر گوشوں کو خود سے دور بھیج دیا۔ اپنی نیند کو میری احتیاج پر قربان کر دیا اور میرے درد نے اسے اپنا ہر درد بھلا دیا۔ اے ودود! تو جانتا ہے کہ یہ سب تیری شریعت نے اس پر فرض نہیں کیا بلکہ اس کی جانب سے وفاداری اور خلوص پر مبنی احسان تھا۔

رَبِّ إِنِّي لِمَا أَنزَلْتَ إِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيرٌ!

اے شکور!

ہمیں انسانوں کا شکر ادا کرنے کی توفیق دے تاکہ تیرا شکر بجالا سکیں۔

اے وہاب!

تیری عطا میری پہلی بیٹی، حفصہ جسے میں نے سینے سے لگا لگا رکھا جس کی مسکراہٹ میری جان ہے اور جو میرے لیے میرا سب کچھ رہی ہے یہاں تک کہ جب اس کی ایک اور ننھی بہن دو ماہ اس دنیا میں گزار کر تیرے پاس لوٹ گئی تو یہ صدمہ حفصہ کی معصومیت اور ذہانت کے سہارے جھیل گئے۔ پھر تو نے سب کی دعاوں کے طفیل اور اپنی رحمتِ خصوصی سے نعم البدل روشن ماتھے اور بڑی بڑی آنکھوں والا محمد انس دیا جو مسکراتے ہوئے اس دنیا میں آیا۔ اور جس نے باپ کو بڑی بہن کی جانب زیادہ متوجہ پا کر خود اس کی جانب پہل کی اور آوازیں دے دے کر اپنا حقِ محبت وصول کیا۔ میرے ان صابر بچوں نے میری جراحی کے بعد دو ہفتے مجھ سے دوری برداشت کی اور واپس آکر اس سے بھی بڑی آزمائش دیکھی کہ میرے ساتھ ایک چھت

3

کے نیچے رہتے ہوئے بھی میرے پاس نہ آسکیں۔ مجھ سے پیار نہ لے سکیں بلکہ دور سے مجھے دیکھیں اور میرے پاس آنے کو تڑپیں اور پھر خود کو سمجھائیں کہ ہمارے ابو کا درد ہمارے ان کے پاس جانے سے بڑھ جائے گا۔

اے کریم! میری بیٹی کی یہ دعا تجھ تک فوراً پہنچی ہو گی اور تیرے ہاں اس نے بار پایا ہو گا:

"اے اللہ! تو نے سب کو پیدا کیا؛ تو نے پوری دنیا کو بنایا؛ تو ساری دعائیں قبول کرتا ہے میری یہ دعا بھی قبول کر لے کہ میرے ابو جلد ٹھیک ہو کر گھر آجائیں!"

رَبِّ إِنِّي لِمَا أَنزَلْتَ إِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيرٌ!

اے لطیف

تو نے مجھے ایک دن بیروزگاری کا منہ نہ دیکھنے دیا بلکہ تعلیم مکمل ہونے سے پہلے ہی مجھے صاحبِ روزگار کر دیا۔

مستقل روزگار تو نے مجھے ایسا دیا جو وسیلہء روزگار سے پہلے اور بڑھ کر میرا مقصدِ حیات اور میری سب سے بڑی دلچسپی ٹھہرا۔

تو نے جناب ظفر اسحاق انصاری جیسا جبلِ مروت میرا مربی بنایا جنھوں نے کبھی مجھ اپنا ماتحت ہونے کا احساس نہ ہونے دیا اور ہمیشہ مجھ سے بیٹوں جیسا سلوک کیا۔

دین محمد جیسے شفیق استاذ کی صحبت نصیب فرمائی جنھوں نے تیرے صالحین کی محبت میرے دل میں پیدا کی۔

اے ربِ کریم تو نے مجھ پر جو خصوصی انعام کیا ہے ان میں ایک یہ ہے کہ تو نے مجھے مخلص، بے لوث محبت کرنے والے بھائیوں جیسے دوستوں کا مرقع عطا کیا جنھوں نے اپنی پر خلوص دلی دعاوں کے سائے میں مجھے جراحی کے لیے روانہ کیا میرے پیچھے مسلسل دعا گو رہے اور میری حالت کے متعلق اہلِ خانہ سے مسلسل رابطے میں رہے، ان کا حوصلہ بڑھایا اور ہر طرح سے ممد و معاون ثابت ہوئے۔

رَبِّ إِنِّي لِمَا أَنزَلْتَ إِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيرٌ!

میرے ان قریبی ساتھیوں کے علاوہ کچھ احباب ایسے ہیں جن سے میری کبھی بالمشافہ ملاقات نہیں ہوئی یا صرف ایک مرتبہ ہوئی ہے۔ یا جن سے روابط چند سال پہلے ہی قائم ہوئے ہیں۔ تو ہی بہتر جانتا ہے یہ لوگ مجھے اس قدر محبت و شفقت بلکہ عزت واحترام کا مستحق کیوں گردانتے ہیں۔ جبکہ میں ہمیشہ ان کی جانب ایسے دیکھتا آیا ہوں جیسے سطحِ زمین پر کھڑا کوئی شخص پہاڑ کی چوٹی پر نظر کرے ۔ان میں سے ایک نے مجھے اس قابل سمجھا کہ اپنی لازوال نظم کا موضوع مجھے بنادیا۔

رَبِّ إِنِّي لِمَا أَنزَلْتَ إِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيرٌ!

اے کریم

میں ان محبتوں کا نہ تو خود کو مستحق سمجھتا ہوں نہ ہی اس قابل کہ کبھی یہ قرض اتار سکوں۔ میں فقط یہی کر سکتا ہوں کہ یہ معاملہ بھی دیگر تمام معاملات وامور کی طرح تیرے سپرد کر دوں کہ تو جس کے پاس ہر شے کے خزانوں کی کنجیاں انہیں اپنی شان کے مطابق اجر سے نواز دے۔

اے کریم

ان احباب میں وہ ہستیاں بھی شامل ہیں جنہیں تونے ایسی بیماری کی آزمائش میں مبتلا کر رکھا ہے جس کا نام لیتے بھی روح کانپ جاتی ہے۔ خدایا تونے ان ہستیوں کو اس قدر کھلے دل عطا فرمائے کہ زمین وآسمان ان میں سما جائیں۔ انہیں اس قدر بے لوث اور محبت کرنے والا بنایا کہ وہ اپنی خطرناک بیماری کی تکلیف اور اپنی احتیاج بھول کر میری مدد کریں۔ انہیں اس قربانی سے باز رکھنے کے لیے میں انہیں طرح طرح سے بہلاوں، باتوں میں لگاوں لیکن وہ میرا انکار دیکھیں نہ میرا اقرار اور وہ کر گزریں جس کی انہوں نے ٹھان لی۔

اے کریم

ان ہستیوں کا ادنی ترین صلہ یہ ہے کہ تو ان کی آزمائش کو جلد ختم کر کے انہیں ایسی شفا عطا فرما جو اپنے پیچھے کسی طرح کی کوئی سقم نہ چھوڑے۔ ہاں تو تو ذرہ برابر نیکی کو احد پہاڑ کے برابر صلہ دینے والا ہے، تو ایسی قربانی پر ادنی ترین صلہ ہی تو نہیں دے

گا۔ نیتوں کو ہی عمل قرار دے کر اجر دینے والا اور عمل کرنے پر ایک نیکی کو دس سے سات سو بلکہ اسے بھی زیادہ بڑھا چڑھا کر لکھ لینے والا

اور اے کریم

مجھ لالچی، خود غرض اور اپنی احتیاجات کے غلام کو ان ہستیوں کے اس بے مثال جذبہ ءقربانی اور بے لوث جذبہ ءخدمت سے کچھ حصہ عطا فرما تا کہ میں بھی تیرے بندوں کے دکھ درد بانٹ سکوں۔ اور انہیں ان نعمتوں اور رحمتوں میں شریک کر سکوں جو تو نے مجھ پر کی ہیں۔

اے ربِّ کریم

تیری نعمتوں کی صورت صرف اقارب واحباب ہی نہیں کچھ ایسے صاحبِ نظر بزرگ بھی ہیں جن کا میں سامنا کرنے سے اس لیے کترایا کرتا تھا کہ کہیں وہ ایک ہی نظر میں میرے اندر جھانک کر غلاظتوں بھرے باطن کو نہ دیکھ لیں۔ یہ تیرا ہی کرنا تھا کہ انہی ہستیوں کی محبت اور شفقت سے مالا مال فرمایا اور ان کی صالح صحبت سے مستفید ہونے کا موقع بھی دیئے رکھا جس سے شامتِ اعمال کے باعث اور اپنی سستی ولاپرواہی کے باعث ضائع کرتا رہا۔ خدایا یہ ویسی ہستیاں ہیں جن جیسوں کو مخاطب کر کے تیرے بندے اور رسول عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا: "تم لوگ زمین کا نمک ہو۔" خدایا تو جانتا ہے کہ اپنے وفورِ محبت و شفقت سے میرے متعلق بعض اوقات ایسے کلمات ارشاد فرماتے ہیں جن کو سن کر اور اپنی حقیقی حالت دیکھ کر میری شرمندگی سوا ہو جاتی ہے۔

لیکن میرے رب تیرے لیے یہ ناممکن نہیں کہ تو مجھے ویسا ہی بنا دے جیسا ان ہستیوں کا میرے متعلق گمان ہے۔

رَبِّ إِنِّي لِمَا أَنزَلْتَ إِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيرٌ !

۳۔ دیدِ قصور

تیری نعمتوں کا شمار کرنا محال ہے [4]۔ میری نیت بھی ناممکن کو ممکن بنانے کی نہیں بلکہ خود کو تیری کچھ نعمتیں یاد دلانے کی تھی قبل اس سے کے تو مجھے کل اپنے سامنے کھڑا کر کے اپنی نعمتیں گنوائے اور مجھ سے حساب مانگے کہ ان کا شکر ادا کرنے کی میں نے کیا سبیل کی۔

ایک جانب تو تیری نعمتیں ہیں اور دوسری جانب میری کوتاہیاں

ان کا شمار بھی محال اور ان کا شمار بھی محال

لیکن دیدِ قصور لازم ہے۔ کہ اشیاء اپنے اضداد کے مقابل بہتر پہچانی جاتی ہیں

میں ماں باپ کی خدمت کا حق کیا ادا کرتا، میں بہنوں اور بھائی کی محبت و شفقت کا قرض کیسے اتارتا۔ میں اپنی روح کی طرف متوجہ کیا ہوتا۔ مجھ سے تو کبھی اپنے بدن کی ظاہری صفائی ستھرائی ہی کا حق ادا نہ ہو سکا میں اپنے جسم سے یوں لاپرواہ رہا گویا میں کسی اور کے جسم میں مقیم ہوں۔

اس کے باوجود چالیس سال تو نے عافیت سے بھرپور دیئے کہ ایک مرتبہ صاحبِ فراش ہو کر رات ہسپتال میں گزارنا نہ پڑی۔

میں تیرے حقوق کیا ادا کرتا؟

تو جانتا ہے میری نمازیں إلا ما شئت کیسی رہی ہیں۔ میں نماز پڑھتا تو رہا لیکن یوں جیسے کوئی بے کار شے پھٹے پرانے کپڑے میں لپیٹ کر تیری جانب اچھال رہا ہوں۔ ایسی نماز جس کی نہ شکل نہ روح، نہ رنگ نہ بو۔

اذان پر ٹس سے مس نہ ہوتا۔ میرے گھر سے منسلک مسجد میں تو نے مجھے زندگی میں کتنی بار دیکھا ہے؟

---

[4] وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا ۗ{ابراهيم ٣٤}

گھر بیٹھا نماز کھڑے ہونے کا انتظار کیا کرتا تھا تکبیر کی آواز پر مسجد پہنچتا تھا۔ اور پھر امام کے سلام پھیرتے ہی یوں بھاگا کرتا تھا جیسا" تیری طرف" بھاگ رہا ہوں۔

ذرا بتا تو سہی، چالیس سال میں کتنی بار نمازِ باجماعت کے بعد تو نے اپنی بارگاہ میں مجھے دست بہ دعا دیکھا ہے ؟

تو نے مجھے کم عمری میں اپنے کلام کے چوبیس پارے حفظ کرنے کی توفیق دی۔ لیکن اس کے بعد میں نے کیا کیا؟ جلد اسے فراموش کر دیا اور اپنی زندگی سے ہی نکال دیا۔ رنگ رنگ کی کتابیں دنیا کے کئی ممالک سے جمع کیں اور زیرِ مطالعہ رکھیں۔ قرآن پڑھنے کی نوبت شاذ و نادر ہی آئی۔ ہاں خوش الحان قرائے کرام کی تلاوت سننے کا کبھی کبھار شوق چراتا رہا ہے۔ لیکن جس قدر میں نے موسیقی سنی، فلمیں دیکھیں، اس سے کیا مقابلہ۔

پھر تو جانتا ہے کہ اس سب کے باوجود تو نے میرے ساتھ کیا کیا۔ مجھے عین نوجوانی میں عمرے اور پھر حج کی توفیق دے دی۔ لیکن تو یہ بھی جانتا ہے کہ حج سے واپسی کے کتنے عرصے بعد میں پھر پرانی غفلت بھری روش پر لوٹ گیا تھا اور وہ سب رحمتیں اور نعمتیں بھلا بیٹھا تھا جو تو نے مسجد الحرام اور روضہء رسول پر حاضری کے موقع پر کی تھیں

آہ کعبہ پر وہ پہلی نظر۔ طواف میں کیے گئے نیک ارادے۔ ہائے سبز گنبد تلے دربارِ رسول میں وہ میری پہلے پہل کی حاضری۔ آنسوؤں کی وہ جھڑی، جسم کی وہ لرزش، وہ وقت کا تھم جانا،۔ وہ روضہء رسول پر میرا جمِ غفیر کے درمیان تنہا رہ جانا۔ ان کے سوا سب کچھ غائب ہو جانا۔

وہ میرا رسولِ اکرم کی خدمت میں " تیرے ہوتے جنم لیا ہوتا" پیش کرنا

ہائے مسجد نبوی میں پورا دن گزارنے کے دوران میرے وہ عزائم اور ارادے۔

روضہ رسول کے سامنے نعت پیش کرتے عرقِ انفعال میں غرق حضرت مصطفی فیصل سے ملاقات اور روزانہ اعصر تا مغرب ان کی صحبتِ صالحہ۔ ان کی نصیحت کہ انسان بننا بزرگ کی تمنا مت کرنا۔

اے ودود

مجھے حرمِ نبوی کی وہ سہ پہر بھی یاد ہے جب تو نے اچانک میرے دل کو سب پریشانیوں اور خیالات سے خالی کر کے سب حاضرین کی محبت سے معمور کر دیا اور میں بہت کوشش کے باوجود یہ نہ سمجھ سکا کہ میں ان کی کیا خدمت کر سکتا ہوں۔ پھر تو نے مجھے وہاں کھڑا ہو جانے کی توفیق دے دی جہاں سے پیاسے زائرین آ کر پانی پیتے تھے کہ میں اپنے ہاتھ سے ہر آنے والے کو زمزم پیش کروں اس سے قبل کہ اسے اس مقصد کے لیے جھکنا پڑے۔

وہ خواب میں خود کو نمازِ مغرب سے فراغت پا کر اٹھنے کی کوشش کرتے پانا۔

اللہ اللہ وہ ان کا میرے کندھے پر دستِ مبارک رکھ کر دبا دینا کہ ابھی کچھ دیر اور بیٹھو۔

ان کی جانب سے یہ کرم نوازیاں

اور میری یہ سیاہ کاری کہ گھر پہنچنے کے کچھ عرصے بعد پھر وہی روز و شب، وہی غفلتیں وہی لاپروائیاں۔

يَا لَيْتَنِي مِتُّ قَبْلَ هَٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَنْسِيًّا[5]

ربِ کریم

میں نہیں چاہتا کہ میری دیدِ قصور ناشکری کی حد تک جا پہنچے

تیری ذات ہر نقص سے پاک ہے، کمال ہی کمال ہے۔ خیرِ مطلق ہے

اور شرِ محض کا کوئی وجود نہیں

تیرے اور عدم کے درمیان جو بھی ہے وہ خیر و شر کا امتزاج ہے

---

[5] مریم علیہاالسلام کا فرمانا: "کاش میں مرجاتی اس سے پہلے ہی اور ہو جاتی بے نام و نشان {مریم۲۳}

کوئی شے خوبیوں سے مطلقاً محروم نہیں۔

چنانچہ میری شخصیت کو بھی تو نے خیر سے کچھ حصہ عطا کیا ہے

چنانچہ تو نے مجھے سنگدل نہیں بنایا

خاص طور پر کسی بوڑھے کا کرب اور کسی بچے کی تکلیف میرے لیے ناقابل برداشت ہوتی ہے

تو نے توفیق بخشی ہے کہ تیرے بندوں سے حسنِ ظن رکھوں

تو نے مجھے ایک اچھی حسِ مزاح سے بھی نوازا ہے جو عموماً تو دوسروں کو تفریح فراہم کرتی ہے لیکن کبھی کبھار اپنی حدود سے تجاوز کر کے کسی کی دلآزاری کا باعث بھی بن جاتی ہے۔

میری ذات میں جو اچھائی پائی جاتی ہے وہ تیری ہی دین ہے جب کہ میری تمام کجیاں کوتاہیاں میری جانب سے ہیں۔

۴۔ایں گدا بیں کہ چہ شایستہ ءانعام افتاد

إلهي، ما أَلْطَفَكَ بِي مَعَ عَظِيمِ جَهْلِي، وَما أَرْحَمَكَ بِي مَعَ قَبِيحِ فِعْلِي!

خدایا

اور پھر جب میری لاپروائیاں رنگ لائیں اور میری سستی اور غفلت نے پھل پھول لانا شروع کیے تو تو نے مجھے ایک بروقت مجھے بتلادیا کہ میرے جسم میں تیرے عطا کیے ہوئے اہم ترین اعضاء کی جوڑی سکڑ کر اپنا وظیفہ پورے طور پر انجام دینے سے قاصر ہوئی جاتی ہے۔اور مجھے یا توان کا متبادل حاصل کرنا ہے یابقیہ زندگی خون صاف کرنے والی مشین کا محتاج بن کر رہنا ہے۔

یہ عارضہ کوئی معمولی عارضہ نہیں تھا۔اس میں مبتلا تیرے اکثر بندے طرح طرح کی تکلیفیں اٹھاتے ہیں اور ان کی زندگی اجیرن رہتی ہے۔

لیکن اے ربِ کریم

تشخیص کے بعد دو سال تک تو نے ان میں سے کسی تکلیف کو میرے نزدیک پھٹکنے نہ دیا۔نہ میری بھوک کم ہوئی،نہ ہاتھ پاوں سوجے،نہ حبسِ بول کی شکایت ہوئی،نہ ہی دل یا جگر پر کوئی اثر پڑا۔جب بالآخر مشین سے خون صاف کرانے کی نوبت آ پہنچی تو تو نے کمالِ کرم نوازی سے اس مرحلے کی مشکلات بھی آسان کر دیں۔

جس طرح تو نے جسمانی عوارض سے مجھے بچایا، ربِ کریم، روحانی عوارض، تکبر، ریا، لالچ، جھوٹ سے بھی میری ایسے ہی حفاظت فرمائیو!

ربِ کریم

تو نے مجھے تنگدست پایااور غنی کر دیا

حالانکہ مجھے تو تیرے سامنے ہاتھ پھیلانے یا اٹھانے کی توفیق بھی نہ ہوئی تھی۔

ربِ کریم

پیوند کاری کے لیے میں نے خود کو جس جراح کے سپرد کیا تو جانتا ہے وہ کس قماش کا انسان تھا۔ جراحی میں مہارت رکھنے کے باوجود روپے کی محبت میں غرق اور انسانیت و مروت سے عاری۔ اگر تو ساتھ نہ ہوتا مجھے اس کے ہاتھ سے نقصان پہنچ جانا بعید نہ تھا کہ اس کا طریقِ کار ہر طرح کی شفافیت سے عاری تھا۔ ہم صرف تیرے ہی بھروسے پر اس کے ہاں پہنچے تھے۔

ربِ کریم

حق یہ ہے کہ تو نے مایوس نہیں کیا۔ جب مجھے اس کے ہاتھ سے فائدہ پہنچ چکا اور نقصان کا اندیشہ پیدا ہوا تو تو مجھے اس کے ہاں سے یوں کھینچ لایا جیسے آٹے سے بال کھینچا جاتا ہے اور پھر مجھے ایک ایسے مسیحا صفت کے سپرد کیا جسے تو نے علم ہی نہیں بلکہ انسانیت و مروت سے بھی نواز رکھا تھا۔ اور جس کا اخلاق مثالی تھا۔

میری جراحی یوں ہوئی گویا مجھے کسی پھول سے گدگدا دیا گیا ہو۔ تیرے لطف و کرم سے اس کے مثبت نتائج فوراً ظاہر ہوئے

پھر جب شفاخانے میں قیام کی راتیں میرے لیے تکلیف دہ ہوئیں میرے لیے ایک کروٹ لیٹنا اذیت ناک ہوا، بے خوابی اور سر درد نے آلیا تو میں تجھ سے، تجھ سے نالاں ہوا اور شکوہ کناں ہوا۔

تیرے اب تک کے بے پایاں لطف و کرم کو بھول بیٹھا۔ بڑی بیماری سے نجات کی دعا معلوم نہیں کبھی کی تھی یا نہیں لیکن ان معمولی پریشانیوں پر تیرے آگے گڑ گڑایا۔ اتنے مشکل مراحل سے ہاتھ پکڑ کر نکال لانے کے بعد تو میرے اس بچپنے پر ضرور مسکرایا ہو گا!

مجھے جب گھر واپس لایا گیا تو میں جسمانی، ذہنی اور روحانی طور پر انتہائی کمزور تھا۔ تیری قربت اور یاد میرا سہارا بنی۔ تو نے دکھلا دیا کہ تیرے نبی کی حدیث کے موجب تجھے مریض کے پاس پایا جاسکتا ہے۔

تو نے مجھے محتاجی کی اوج تو دکھائی لیکن ساتھ ہی اپنی بارگاہِ خاص سے عطا کردہ توفیق کے حامل ایسے بندے ہمہ وقت میری رہنمائی کو مہیا کیے جو فرشتوں کی طرح مجھے اپنے گھیرے میں لیے رہے اور میرے ذہن میں موجود خلجانات، وسوسوں اور لایعنی خدشات سے چھٹکارا دلایا۔ یہ وہ لوگ تھے جو خود اس آزمائش سے گزر چکے تھے۔

میرے رب تو جانتا ہے کہ میں اپنی مدد کے محتاج احباب کی مزاج پرسی اور خدمت میں کس قدر سست اور لاپرواواقع ہوا تھا۔

ربِ غفور ور حیم

تو سن چکا ہے کہ تیرے قرآن کے ساتھ میرا سلوک سابقہ زندگی میں کیسا رہا۔ اس کا بیشتر حصہ مجھے سینے میں محفوظ کرنے کی سعادت تو نے بخشی تھی۔ لیکن میں اسے فراموش کر بیٹھا تھا اور دنیا کی ہر کتاب کو اس پر عملاً ترجیح دیتا تھا۔ تو جانتا ہے کہ پچھلے رمضان میں میں نے اپنا وقت نازی بھیڑیوں کی داستانیں پڑھتے گزرا۔

مجھے اب معلوم ہوا کہ تو اور تیرا قرآن دونوں ہی "کریم" کیوں کہلاتے ہیں۔ کرم کی بارش برساتے ہوئے نہ تو دیکھتا ہے کہ بندے نے تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا نہ تیرا قرآن۔ نہ تیرے کرم کی کوئی حد نہ تیرے قرآن کے کرم کی کوئی حد۔ میں نے اسے بھلائے رکھا لیکن وہ خلوت میں میرا سب سے بڑا سہارا بنا۔ اس کی آیات نے مجھے ڈرنے، گھبرانے یا لڑکھڑانے نہ دیا۔ لمحہ بہ لمحہ درست فیصلہ کرنے میں مدد کی۔ شیطانی و نفسانی مداخلتوں اور وساوس سے حفاظت کی۔

ربِ کریم

پچھلے دو سال سے میرے دل کی دنیا ویران رہی، پیالہ خالی اور کھیتی بنجر رہی وہ سب تیری رضا کے ساتھ اس لیے تھا کہ بالآخر تو میری اس دنیا کو اپنی رحمتِ واسعہ سے سرسبز و شاداب کردے، پیالے کو معمور اور کھیتی کو سیراب کردے۔

ربِ کریم

علاج کے لیے جانے سے قبل مجھ احمق کو تشویش تھی کہ تنہائی کے دو تین ماہ میں کیسے گزاروں گا۔ چنانچہ بوریت سے بچنے کے لیے میں نے کہانیوں، داستانوں اور مزاح نگاروں کی کتابیں اکٹھی کرلی تھیں کہ یہ میری خلوت کی ساتھی ہوں گی۔ ہاں ایک دو کتابیں میں نے ایسی بھی رکھی تھیں جو تجھ سے محبت رکھنے والوں نے تیرے راستے پر چلنے میں مدد ورہنمائی کی غرض سے تصنیف کی تھیں۔لکن النادر کالمعدوم

ربِ کریم تو نے توفیق دی کہ جب میرے لیے مطالعہ کرنا ممکن ہو تو میں آغاز ان کتابوں سے کروں جو روحانی طور پر میری تربیت کرنے اور مجھے مضبوط بنانے میں مدد کریں۔ تیری نعمتوں کی بارش اور تیری یاد کی توفیق نے مجھے قصے کہانیوں سے مستغنی رکھا

ربِ کریم

مجھے کچھ ماہ پہلے ایک ایسے شخص کی داستانِ حیات پڑھنے کا موقع دیا تھا جو سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر تیری یاد اور تیری عبادت کے لیے زندگی وقف کرنے کا ارادہ رکھتا تھا اور جس نے بالآخر اس ارادے پر عمل بھی کرکے دکھادیا تھا اور باہر کی دنیا سے علیحدگی اختیار کرکے ایک خانقاہ سے وابستہ ہو گیا تھا۔

خدایا۔

اس داستانِ حیات میں مجھے بہت سے باتیں روحانی طور پر مفید معلوم ہوئی تھیں لیکن تو جانتا ہے کہ میرے دل میں بہر حال یہ بات کھٹکتی رہی کہ آخر کوئی انسان عملی طور پر کیسے روزمرہ کی اجتماعی زندگی، سیر سپاٹے، جسم وذہن کی تفریح کو چھوڑ کر تنہائی ،خاموشی، محنت کوشی، ہاتھ سے بونے، ہاتھ سے کاٹنے اور خانقاہ کے پتھریلے فرش کو دھونے، لیکن ہر لمحہ تجھے یاد کرنے کی راہبانہ زندگی گزار سکتا ہے۔ میں نادان یہ سمجھنے سے قاصر تھا کہ تیرا ذکر، اور تیری قربت کے حصول کی کوشش، دنیاداری،

دوستوں سے گپ شپ، قہوہ خانوں میں وقت گزاری، رنگ برنگی کتابیں پڑھنے اور فلمیں دیکھنے، فکری بحثوں میں الجھنے کا متبادل کیسے ہو سکتی ہے۔

الٰہی

میں وہ تھا جس کے سامنے تیرے کلام کی آیت وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ إِلاَّ ابْتِغَاء رِضْوَانِ اللَّهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا [6] کا ربعِ اخیر یہ واضح کر چکا تھا کہ بہر حال تو رہبانیت کو مکمل طور پر ناپسند نہیں کرتا۔

میں تو وہ تھا جسے تو نے صوفیا و زہاد کی تحریریں پڑھنے کی توفیق دے رکھی تھی۔ میں تو وہ تھا جسے معلوم تھا کہ لا رهبانية في الإسلام کے اعلان کی کچھ مستثنیات بھی ہیں۔

اس کے باوجود میں مصنفِ مذکور کے ارادہء تجرید کو قبول نہ کر سکا۔ خود میں بھی عرصہ دراز سے تیری یاد کے لیے تنہا نہ ہو سکا تھا۔

ربِ کریم

تیرا کیا شکر ادا ہو کہ عرصہء شفایابی کے دوران جو خلوتِ جبری مجھے اختیار کرنا پڑی اس میں تو نے مجھے یہ سب سکھا دیا۔ میں نے جان لیا ہے کہ تیرے ساتھ، تیری یاد کے ساتھ وابستگی نصیب ہو تو نہ صرف یہ کہ خلوت ممکن و سہل ہوتی ہے بلکہ جلوت ناممکنات میں سے محسوس ہونا شروع ہو جاتی ہے۔

فإن قربك روح الأرواح

وريحان الأفراح

وعنوان الفلاح

---

[6] اور انہوں نے رہبانیت کو خود ہی ایجاد کرلیا تھا، ہم نے اسے ان پر فرض نہیں کیا تھا،مگر یہ کہ اللہ کی رضا تلاش کریں۔ لیکن انہوں نے اس {یعنی رہبانیت} کاجیسا خیال رکھنا چاہیے تھا نہ رکھا۔ {الحدید۔ ٢٧}

وراحة كل مرتاح[7]

اسی دوران تو نے شب بیداری کی معنویت بھی مجھ پر کھولی۔ مجھے مکمل علم تو نہیں لیکن کچھ جھلک ضرور نظر آئی ہے کہ راتیں تجھے کیوں پسند ہیں۔ سورہ ءمزمل میں تیرا فرمان ہے۔ کہ " بے شک رات کو اٹھنا بہت ہی کارگر ہے نفس پر قابو پانے کے لیے اور بہت ہی خوب وقت ہے پڑھنے کے لیے " مجھ میں یہ استعداد کہاں تھی کہ میں نفس پر قابو پانے کی سعی کرنے یا قرآن پڑھنے کے لیے کسی رات کو جاگا کرتا۔ ہاں دوستوں سے گپ شپ لگانے کے لیے ساری رات جاگ سکتا تھا۔ تو ہر رات مجھے ٹھیک نیم شب جگا دیا کرتا یہاں تک کہ آیہ ءمزمل کا معنی مجھ پر واضح ہو گیا۔

رَبِّ إِنِّي لِمَا أَنزَلْتَ إِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيرٌ!

ربِ کریم

تیری خصوصی رحمت نے میرے نفس کی سب کجیوں کو دور کیے رکھا جب تو نے یہ تحریر قلمبند کرنے کا خیال میرے ذہن میں ڈالا تو اس دوران تکبر و عجب اور توقعِ مدح پیدا کرنے والے وساوس کی مسلسل یلغار رہی۔ لیکن تیرا یہ خصوصی لطف و کرم تھا کہ تو نے جلد مجھے ان وساوس سے نجات دلائی۔

ربِ کریم

ابتدا میں میرا ضبطِ نفس درجہ ءصفر تک گر چکا تھا۔ مجھے نہ زبان پر قابو تھا نہ ذہن پر اور نہ دل پر۔ اپنے قرآن کریم کی آیات کی بروقت رہنمائی اور اپنے نام کی برکت سے تو نے مجھے میرے نفس کے حوالے نہ کیا بلکہ اس دوران اسے میرے حوالے کیے رکھا کہ میں اسے ماتھے کے بالوں کی لٹ سے پکڑ کر غفلت و معصیت سے پھیر کر تیری جانب لا سکوں۔

ربِ کریم یہ تیری وہ سب سے بڑی نعمت اور رحمت تھی جو تو نے اس عرصہ میں مجھ پر کی۔ اگر صرف یہی ایک نعمت جاری و ساری رہے تو اے ربِ کریم تجھ تک پہنچنا مشکل نہ رہے گا۔ تجھ سے اچھی امید ہے۔

---

[7] بے شک تیرا قرب روحوں کی روح، خوشیوں کی خوشبودار مٹھاس، فلاح کا عنوان اور سب راحت یافتگان کا باعثِ راحت ہے {شیخِ اکبر}

ربِ کریم

اب اس آزمائش کے بعد تونے مجھے جو اپنے جسم کا خیال رکھنے اور دیکھ بھال کرنے کی توفیق دی ہے ڈرتا ہوں کہیں یہ میرے اور تیرے درمیان حائل نہ ہو جائے۔ اسے میری روح اور اپنی رحمت اور یاد کے درمیان حجاب نہ بننے دینا۔ میری نیت کو درست کر دینا کہ میں اس کی حفاظت فقط تیری امانت سمجھ کر کروں اور اسے اس کے حق سے نہ کم دوں نہ زیادہ۔

۵۔روزِ مایوسی وناامیدی

ربِ کریم

جب مجھے معلوم ہوا کہ جراحی کے بعد میری بینائی متاثر ہو چکی ہے اور میں دور کی چیزیں واضح طور پر دیکھنے میں کچھ عرصہ مشکل محسوس کرتا رہوں گا اور یہ مسئلہ طول یا پیچیدہ شکل اختیار کر سکتا ہے تو تو نے دیکھا کہ تیری سب رحمتیں دیکھ لینے کے باوجود مایوس اور ناامید اور تجھ سے بد گمان ہوا، کہ شاید تو مجھے میری بینائی سے محروم کردے گا اور میں دنیا کے نظاروں اور اپنے پیاروں کو دیکھنے سے محروم ہو جاوں گا۔ میں تیرا فضل وکرم اور انعام واکرام کتنا جلد فراموش کر بیٹھا اور کتنی جلدی بھول گیا کہ تو کبھی اپنے بندے کو اس کی وسعت سے زیادہ نہیں آزماتا۔

يا أيها الإنسان ما غرّك بربك الكريم؟[8]

تو کتنا کریم وغفور ہے حلیم وودود ہے؛ تواب ورحیم ہے؛ بار بار غافل بندے کی طرف لوٹنے والا ہے۔

کہ تو نے جلد میرا ہاتھ پکڑا مجھے بھولا سبق یاد لایا کہ

أنا عند ظن عبدی بي فليظن بي العبد خيراً[9]

"اپنے بندے کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرتا ہوں جیسا وہ مجھ سے گمان رکھتا ہے تو اسے چاہیے کہ مجھ سے اچھا گمان رکھے"

اور یہ کہ

فاصبر لحكم ربك فإنك بأعيننا[10]

اور پھر تو نے مجھے دکھلا دیا کہ ظاہری بصارت اگر مدہم ہو بھی جائے تو بصیرت کو تو بڑھا دیتا ہے۔

---

[8] اے انسان تجھے کس شے نے اپنے ربِ کریم سے دھوکے میں ڈال رکھا ہے{الانفطار6}

[9] میں بندے سے ویسا ہی سلوک کرتا ہوں جس کا وہ مجھ سے گمان رکھتا ہے پس میرے بندے کو چاہیے کہ مجھ سے اچھا گمان رکھے {حدیث قدسی}

[10] پس صبر کرو اپنے رب کا فیصلہ آنے تک کہ بلا شبہ تم ہماری نگاہ میں ہو۔ {الطور ۔48}

اگر تیری موجودگی کا احساس کرنے والی، تیری چاپ سن پانے والی بصیر نصیب ہو جائے تو ظاہری بصارت کمزور ہو جانے سے کیا نقصان؟

تجھے نہ دیکھا تو کیا دیکھا

اور تجھے دیکھ لیا تو کس نظارے سے محروم رہے۔

یامعبودي! ما فاتني شيئ اذا انا وجدتك ولا جهلت شيئاً اذا انا علمتك و لا انا فقدت شيئاً اذا انا شهدتك[11]

اس دورِ نا امید میں مجھ سے سرزد ہونے والی یہی ایک بدگمانی کہاں تھی۔ مجھے جراثیم، کھانسی اور زکام کے ڈرنے تیری یاد اور تیری سب حالیہ رحمتوں سے غافل کر دیا تھا۔ میں نے اس بدگمانی کو اپنے دل میں جگہ دے ڈالی تھی کہ جو خیر تو نے مجھ پر نازل کی اور عافیت کی جو نعمت تو نے مجھے دی وہ تو مجھ سے چھین کر مجھے پھر سے ابتلاء میں ڈال دے گا۔

ربِ کریم

تو نے تو تکلیف پہنچنے پر انسان کے نا امید و مایوس ہونے کا گلہ کیا تھا۔

وَإِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ يَئُوسًا

میرا حال دیکھ! میں تو تکلیف پہنچے سے قبل ہی اور عین تیری رحمتوں کی بارش میں بھیگتے ہوئے بھی تجھ سے مایوس و نا امید ہوا

"حَسبی منك عِلمُك بِجَهلی! میرے لیے یہی کافی ہے کہ تجھے میرے جہل کا علم ہے۔"

[11] اے میرے معبود، اگر تجھے پالیا تو کسی چیز سے محروم نہ رہا، اگر تجھے جان لیا تو کسی شے سے ناواقف نہ رہا اور تیرا شہودحاصل ہوگیا تو دیکھنے کو کچھ بھی باقی نہ رہا۔ {شیخِ اکبر}

جب تونے مجھے ان سب ناامیدیوں اور بدگمانیوں کے جنگل میں سرگرداں پایا تو اپنے بابرکت کلام کی بروقت کمک پہنچائی۔ مجھے یاد دلایا کہ دعائے سلیمان وموسی علیہما السلام میں میری بیماریء دل لیے اکسیر رکھ دی گئی ہے۔

رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَى وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَصْلِحْ لِي فِي ذُرِّيَّتِي إِنِّي تُبْتُ إِلَيْكَ وَإِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ

رَبِّ إِنِّي لِمَا أَنزَلْتَ إِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيرٌ!

آمین یا رب العٰلمین

٦۔ دکھڑے

ابتداء

اے اللہ

تو تو شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔ لیکن تیرے بندے تجھ سے اتنے دور ہیں جتنا آسمان زمین سے۔

تو ہم سے کتنا قریب ہے اور ہم تجھ سے کتنے بعید ہیں!

إلهي، ما أَقْرَبَكَ مِنِّي وَما أَبْعَدَنِي عَنْكَ!

تو ہر وقت ہر جگہ موجود ہے، ہم ہی غائب اور محجوب ہیں۔

تو ہر لمحہ ہمارے گھروں پر دستک دیتا ہے، لیکن ہم گھر پر ہوں تو تیری دستک سنیں اور دروازہ کھولیں

لیکن کبھی کبھار تیری رحمت کی ایسی ہوا چلتی ہے کہ لمحہ بھر کو، یا جتنا تو چاہے

تیرے شہ رگ سے قریب ہونے کا پتہ مل جاتا ہے۔

تیری موجودگی محسوس ہو جاتی ہے۔ تیری دستک سنائی دے جاتی ہے۔

ربِ کریم!

مجھ پر تیری رحمت کی ایسی ہی ہوا چلی اور میں اپنی داستان لیے تیرے حضور پیش ہو گیا

میں تجھ سے یہ نہیں کہہ سکتا: "مجھے فکرِ جہاں کیوں ہو، جہاں تیرا ہے یا میرا؟"

کہ ایک جہاں کو میری فکر رہی ہے

أفلا أكونُ عبداً شكوراً؟

تیرا شکر بجالانے کے ساتھ ساتھ مجھے تیرے سامنے دل کے کچھ پھپھولے بھی پھوڑنا ہیں

خداوندِ کریم

مجھے بخش دینا اگر تیرے قرب کے اس نادر لمحے کی دستیابی کے اثر میں میں "باخدا دیوانہ" ہو تا دکھائی دوں

اس دیوانگی سے در گزر کرنا۔

الف: پہلاد کھڑا

ہیں تلخ بہت "بندہء مجبور" کے اوقات

اے محسن

تو جانتا ہے کہ مجھ پر تیری نعمتوں کی بارش کی اس داستان پر ایک تاریک سایہ بھی ہے

اے احسن الخالقین

تو نے انسان کو احسنِ تقویم پر پیدا فرمایا

تو نے اس کے قالب کو اپنے، اپنے دونوں ہاتھوں سے سینچا تھا

تو نے "انسان کو پیدا کیا؛ پھر نک سک سے درست کیا؛ اور اسے متناسب بنایا؛ جیسی بھی شکل وصورت میں چاہا جوڑ کر تیار کیا۔"

فتبارك الله أحسن الخالقين

پر تو صرف احسن الخالقین ہی نہیں، خیر الرازقین بھی تو ہے نا؟

تو دیکھتا ہے نا کہ تیرے مجبور، بے بس لاچار بندے

کبھی بیٹی کا جہیز تیار کرنے کے لیے

کبھی سڑک کے کنارے پھلوں کا ٹھیلا لگانے کے لیے کہ بچوں کا پیٹ بھر سکیں

کبھی درد سے تڑپتے معصوم فرشتے کے علاج کے لیے

کبھی کسی موذی مرض میں مبتلا بوڑھی ماں کو ہسپتال کا بستر دلانے کے لیے

کبھی چھوٹے بھائی کو تعلیم دینے کے لیے

کس حد سے گزر جانا قبول کرتے ہیں؟

اپنے جسم کا جزوِلاینفک،

وہ جسم، جسے تو نے اپنے دونوں ہاتھوں سے تخلیق کیا اور اپنی روح پھونکی

وہی جسم جسے تو نے فرشتوں کے سامنے فخریہ پیش کر کے ان سے سجدہ کروایا

اور جس سجدے کے انکاری کو تو نے ازل سے ابد تک راندہءدرگاہ ٹھہرایا

ہاں ربِ کریم اسی جسم کا جزوِلاینفک

تیرے مجبور لاچار بے بس بندے، انسان کی کھال میں چھپے بھیڑیوں کے ہاتھ کوڑیوں کے مول بیچ آتے ہیں جو اس دولت سے محلات کھڑے کرتے ہیں

لیکن بیچنے والوں کا کوئی پرسانِ حال نہیں ہوتا

جئیں یا مریں؛ ٹھیلا لگا سکیں یا بھوکے مریں؛ بیٹی کو جہیز مل سکے یا وہ یوں ہی خالی خالی آنکھوں سے دروازے کی جانب دیکھتی بوڑھی ہو جائے؛ بچے کا علاج ہو سکے یا وہ یوں ہی بن کھلے مرجھا جائے؛ ماں ہسپتال پہنچے یا جھگی میں ہی آخری سانس لے لے؛ بھائی تعلیم پا سکے یا بھیک مانگنے پر مجبور ہو۔

تو قادر و عادل ہے مگر تیرے جہاں میں

ہیں تلخ بہت بندہء "مجبور" کے اوقات

ربِ کریم

کیاتو صرف گردے خریدنے والوں کارب ہے؟

انسانی اعضاء کاکاروبار کرنے والوں کاحامی وناصر ہے؟

ربِ کریم

حاملینِ احسنِ تقویم پر کب رحم کرے گا؟

خداوندا

ان پر رحم نہیں کرتاتو ہم بیماروں کو توفیق دے کہ اپنی بیماری کو ہنسی خوشی قبول کریں اور اس کے ساتھ ہی جتنا عرصہ جی سکیں جی لیں کہ ہماری ضرورت بھی وہ محرک ہے جس کے باعث لوگوں کو اعضاء فروخت کرنے کا راستہ سجھائی دیتا ہے۔

یاچناں کن یاپچنییں!

ب۔ دوسرا دکھڑا

یک جہاں وآنہم از خونِ تمنا ساختی!



لا إِلَهَ إِلاَّ هُوَ لَهُ الأَسْمَاء الْحُسْنَى

یااللہ۔ سب اچھے نام تیرے ہی ہیں۔ لیکن تیرا ایک نام باقی سب ناموں پر محیط و غالب ہے۔ اسے تو نے اپنے اسمِ ذات جیسا قرار دے رکھا ہے کہ ادْعُوا اللَّهَ أَوِ ادْعُوا الرَّحْمَٰنَ

یااللہ!

عرش پر مستوی بھی رحمٰن ہوا

ہر قرآنی سورت کا آغاز بھی ذکرِ رحمٰن {ورحیم} سے ہوا

قرآن سکھایا بھی رحمٰن نے

انسان کو بنایا بھی رحمٰن نے

اسے بولنا سکھایا بھی رحمٰن نے

آسمانوں کو بلند کرنے اور میزان قائم کرنے والا بھی رحمٰن

تمام جہانوں کا رب بھی رحمٰن

آسمان، زمین ان کے درمیان اور تحت الثریٰ ہر شے بھی رحمٰن کی

یااللہ!

انسان کو دنیا میں لانے سے قبل تو اسے "رحم" میں ٹھہراتا ہے { وَنُقِرُّ فِي الْأَرْحَامِ مَا نَشَاءُ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى }

کیا "رحم" کا "تیری" "رحمت" سے کوئی واسطہ نہیں؟

یااللہ!

بے شک یہ کائنات "مخلوق" ہونے کے ناطے کمالِ مطلق سے متصف نہیں ہو سکتی کمالِ مطلق صرف تجھے ہی سزاوار ہے۔

بے شک اس دنیا کی زندگی جنت نہیں بن سکتی۔ یہاں بیماری بھی ہو گی، درد بھی، ظلم بھی اور موت بھی۔ چاہے دکھ انسانوں کے ہاتھ سے پہنچیں، دوسرے جانداروں کے ذریعے یا تیری بنائی ہوئی فطرت کے قوانین کے باعث

لیکن ہر دکھ ہر درد ایک جیسا کہاں ہوتا ہے۔ اور ہر دکھ کو برداشت کرنے کی صلاحیت بھی ایک جیسی کہاں۔

اولاد یہ دکھ جھیل جاتی ہے کہ اس کے ماں باپ اس کے ہاتھوں میں اپنی جان تیرے سپرد کر کے انہیں زندگی کے تپتے صحرا میں تنہا چھوڑ جائیں۔

یہ دکھ بھی انسان جھیل جاتا ہے کہ کسی قدرتی آفت یا حادثے میں اس کا سارا خاندان یوں مٹ جائے کہ وہ خود محض ایک نام رہ جائے جس کے آگے پیچھے کوئی نہ ہو۔

بھوک اور غربت بھی شاید برداشت ہو جاتی ہو

انسان کی برداشت کی حدود وسیع ہیں۔

لیکن اے رحمٰن

ایک دکھ ایسا ہے جو اگر پہاڑوں پر رکھ دیا جائے تو ریزہ ریزہ ہو جائیں

اگر آسمانوں پر رکھا جائے تو پھٹ پڑیں

اے اللہ!

تو احد و صمد ہے نے تو نے کسی کو جنا نہ تجھے کسی نے جنا؛ تو اولاد سے بے نیاز ہے

لیکن تیرے بندے تو بے نیاز نہیں ہیں ناں

وہ تو بچے جنتے ہیں

اپنا پیٹ کاٹ کر انہیں پالتے ہیں؛ اپنا نوالہ ان کے منہ میں رکھ دیتے ہیں؛ ان کی خاطر سب کچھ قربان کر دیتے ہیں؛ اس کے اچھے مستقبل کے خواب دیکھتے ہیں

کیا والدین کے دل میں بچوں کے لیے رحمت ڈالنے والا کوئی اور ہے؟

یااللہ!

جن کے جگر گوشے بیماری، حادثے ظلم کے نتیجے میں ان سے چھن جاتے ہیں یاان کی آنکھوں کے سامنے لاعلاج مرض کے درد میں تڑپتے ہیں لحہ بہ لحہ زندگی سے دور موت سے قریب ہوتے جاتے ہیں۔ان کے والدین نہ جیتے ہیں نہ مرتے ہیں۔

خدایا۔یہ سزاتوتونے جہنم میں دینا تھی۔{ ثُمَّ لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَحْيَىٰ}

یہ دنیاجنت نہیں بن سکتی،نہ بنے، جہنم تونہ ہو۔

یااللہ!

تو قادرِ مطلق ہے اور تجھ سے کوئی جوابدہی نہیں کر سکتا۔لیکن اے ربِ رحیم تیرے سامنے اپنادرد تو بیان کیا جاسکتا ہے نا

یہ درست ہے کہ معصوم بچوں پر آنے والی سب آزمائشیں بیماریوں اور آفات کا نتیجہ ہی نہیں

ہم "انسان" بھی ان معصوموں پر ظلم ڈھانے میں ابلیس سے پیچھے نہیں

بنی اسرائیل کے بچوں کو ذبح کرنے والے بھی انسان تھے

اپنی بیٹیوں کو زندہ در گور کرنے والے عرب بھی انسان تھے

وہ بھی انسان تھے جنہوں نے لاکھوں یہودی بچوں کو ماں باپ کے سامنے اڑادیا

وہ یہودی بھی انسان ہیں جو معصوم بچوں پر دیو قامت جہازوں سے بمباری کرتے ہیں

وہ انسان ہی تھے جنہوں نے ۱۳۵ بچوں کے سروں میں گولیاں ماریں

تجھ سے یہ سن کر کہ تیری زمین وسیع ہے ہجرت کرنے والوں کی اس کشتی کو نامراد سمندر میں لوٹا دینے والے یونانی بھی انسان تھے کہ جس کے الٹنے سے میرے ننھے انس کا ہم عمر، اسی جیسے سرخ و کبود کپڑے پہنے ایلان کردی لاش بن کر ساحل پر اوندھا پڑا ملا تھا۔

ذرا دیکھ تو سہی

تیری وسیع زمین کو تیرے مسجودِ ملائک نے اپنے دلوں کی طرح تنگ کر دیا ہے۔

یونانیوں اور غیروں کا شکوہ کیا کریں وہ بشار بھی تو انسان ہی ہے نا جو اپنے بچوں کا خون پیتے سیر اب نہیں ہوتا۔

تو سب کچھ دیکھ رہا ہے

رسی دراز سے دراز کیے جا رہا ہے

بچے مرتے جاتے ہیں

کلیجے پھٹتے جاتے ہیں

ظالموں کے ظلم کی چکیاں دن رات اسی طرح رواں دواں ہیں اور معصوم بچے ان میں پس رہے ہیں

سرمایہ داروں کے نعرہء هل من مزيد بلند کرتے جہنم جیسے پیٹ بھرنے میں کئی معصوم پیاس سے بلکنے اور بھوک سے مجبور ہو کر کوڑے کے ڈھیر کھودنے میں لگے ہوئے ہیں

لیکن تو بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں

یہ آزمائش تو نے صرف عام انسانوں پر ہی نہیں ڈالی

تیرے مقرب ترین بندے بھی اس سے مامون نہ رہے

تیرے خلیل

تیرے کلیم کی ماں

اور تیرے مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بچوں کے باب میں کیسی بڑی آزمائشیں دیکھیں

خلیل اللہ کو اپنے پاوں پاوں چلتے بیٹے اسماعیل کو اپنے ہاتھوں ذبح کرنے کو کہا

کس باپ کی آزمائش اس بلائے عظیم کے سامنے ٹھہر سکتی ہے

ام موسیٰ کو اپنا ننھا بیٹا تابوت اور اور پھر دریا کے حوالے کرنے کا حکم ملا

رحمۃاللعالمین اپنے بیٹے کو اس عالم میں اٹھا کر سینے سے لگاتے اور چومتے ہیں کہ وہ اپنی جان تیرے حوالے کر رہا ہوتا ہے۔اور ان کی آنکھیں آنسووں سے لبریز ہو جاتی ہیں:

"آنکھیں بھر آئی ہیں،اور دل غمزدہ ہے

اللہ کی قسم اے ابراہیم! تیرے لیے ہم نہایت دل گرفتہ ہیں

لیکن ہم کہیں گے وہی جس سے ہمارا رب راضی ہو!"

رحمۃاللعالمین اپنے ننھے نواسے کو بھی اس کی جانکنی کے عالم میں اٹھاتے ہیں اور آبدیدہ ہوتے ہیں

خدایا تو بے نیاز ہے

لیکن ایسا ہے کہ بچوں سے محروم ہونے والے والدین کے حوالے سے تو بے نیازی کا مظاہرہ نہیں کرتا اور تو جانتا ہے کہ تیرے بندے کے لیے یہ دکھ یہ کرب کیا مقام رکھتا ہے

اسی لیے جب تیرے حکم سے کسی بچے کی روح قبض کی جاتی ہے تو تو فرشتوں سے دریافت فرماتا ہے کہ جب تم میرے بندے کے بچے، اس کے جگر کے ٹکڑے کی روح قبض کی تو اس نے کیا کہا۔

تیرا کوئی بیٹا نہیں لیکن تو جانتا ہے کہ بیٹا باپ کے لیے کیا اہمیت رکھتا ہے۔

رب کریم تیرے نبی کی پیروی میں ہم بھی ایسا کچھ نہیں کہنا چاہتے جو تجھے ناراض کرے

لیکن اپنے آنسو، اپنے دکھ، اور اپنا درد بھرا سینہ تیرے سامنے ضرور پیش کرتے ہیں

روز ظلم، بھوک، بیماری سے تڑپ تڑپ کر جان دیتے یا سسک سسک کر زندگی کے دن پورے کرتے

اے ابراہیمو!

اللہ کی قسم ہم تمہارے لیے نہایت دل گرفتہ ہیں!

إِنَّمَا أَشْكُو بَثِّي وَحُزْنِي إِلَى اللَّهِ

۷۔الوداع

ربِ کریم

اب کچھ ہی دنوں میں مجھے اپنی دنیا، نام نہاد "نارمل زندگی" {گویا تیری یاد کی بجائے دنیاداری میں مگن زندگی نارمل ہوتی ہے!} کی جانب لوٹ جانا ہے۔

ہر رات ایسی کہاں ہو گی اور ہر دن ایسا کہاں ہو گا۔

{جیسے پہاڑ کے دامن میں آباد کسی بڑے شہر میں سفر کریں تو عمارتیں پہاڑ کو چھپائے رکھتی ہیں، لیکن لحہ بہ لحہ وہ ان عمارتوں کی اوٹ سے اپنی جلال و جمال بھری جھلک مسلسل دکھاتا رہتا ہے یہاں تک کہ کسی عمارت میں داخل ہو جائیں تو وہ اوجھل ہو جاتا ہے۔}

تو ہی جانتا ہے کہ لحہ بہ لحہ آنے والے امتحانوں میں تیرے قرآن کی بروقت رہنمائی کرتی آیت کہاں یاد آیا کرے گی۔

پھر مجھے ابنِ عربی کی مناجات اور شیخ درقاوی کے تیری طرف بلانے والے خطوط سے زیادہ ہائیڈیگر کی وجود و زمان اور ہسرل و ہیگل کی مظہریات کے متون سمجھنے اور اپنی سمجھ کی حد تک سمجھانے کی کوشش میں وقت لگانا ہو گا۔

فیس بک کا نشہ پھر سے عود کر آئے گا

پرانی کتابوں کی دکانیں پھر مجھے اپنی طرف کھینچا کریں گی

احباب کی وہی شایستہ محفلیں ہوں گی وہی گپ شپ ہو گی۔عزیزابن الحسن صاحب سے میر و غالب اور عسکری و سلیم احمد سیکھیں گے۔طیب منیر صاحب فانی کے اشعار جھوم جھوم کر سنایا کریں گے۔اکرم صاحب کی علمی گفتگواور

ہمارے اخلاقی بحران پر تاسف بھرے تجزیے سننے کو ملیں گے۔اور عاصم بخشی کے ساتھ ہمارے منصوبے تو پہلے ہی طشت از بام ہیں۔

یہ سب بھی تیری عطااور تیرا ہی لطف ہے

لیکن لطف کی بات اور ہے لطیف کی بات اور

بہر حال یہ پرانی سر گرمیاں تو مجھے شاید دوبارہ اپنے حصار میں لے لیں گی

تیری رحمت سے بعید نہیں کہ تو اپنا یہ خصوصی فضل مجھ پر پھر فرمائے

{جیسا کہ ایک مرتبہ پہلے بھی فرما چکا ہے}

اور میری آئندہ زندگی کو پہلے سے بہتر بنادے

اور اپنے راستے پر استقامت بخش دے

یہ معاملہ میں نے تیرے سپرد کیا إن الله بصير بالعباد

لیکن اے ربِ کریم کل جو بھی ہو

اتنا میں ضرور جانتا ہوں

کہ کبھی دوستوں سے گپ شپ کرتے

طلباو طالبات کو کچھ سمجھاتے، تیرے وجود کے دلائل {سن رہا ہے خدایا،''ہم'''' تیرے''وجود کے دلائل ڈھونڈتے پھرتے ہیں} سجھاتے

بچوں کو پارک میں جھولا جھلاتے

یا پھر بڑھاپے میں اپنے جیسے دوسرے فارغ البال بوڑھوں سے ماضی کے قصے سنتے سناتے اور حال کو برا بھلا کہتے کہتے

میں اچانک خاموش ہو جایا کروں گا

کبھی میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ دوڑ جایا کرے گی اور کبھی میری آنکھ بھر آیا کرے گی

کہ تیرے قرب، رحمتوں، نعمتوں اور لطف بھرے روز شب کی یاد لمحہ بھر کو اپنی میٹھی جھلک دکھا کر پھر سے ماضی کے دھندلکوں میں غائب ہو جایا کرے گی

لیکن سب تعریف تیرے لیے ہے کہ دل کے معاملے تو نے یوں ہی رکھے ہیں

کہ ایک تنگی کے بعد ایک کشادگی ہے اور ایک کشادگی کے بعد ایک تنگی

ولكن ياحنظلة ساعة وساعة![12]

اور پھر یوں ہی کسی دن یا رات ہر فانی کی طرح میرا بھی کوچ نقارا بجے گا اور میں تیرے حضور پہنچوں گا

لیکن جو امید تجھ سے پہلے تھی وہی تب بھی، اگر تو نے چاہا، تو میری حرزِ جاں ہو گی

کہ اے میرے رب تیرے دونوں ہاتھ دائیں ہیں۔ وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

---

12 جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کہ جب وہ آپ صلعم کی مجلس سے گھر جاتے ہیں اور بیوی بچوں میں مشغول ہوتے ہیں تو ان قلبی و ایمانی کیفیات سے محروم ہو جاتے ہیں جو انہیں آپ صلعم کے قرب میں حاصل ہوتی ہیں کہ گویا جنت و جہنم کو اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ رہے ہیں۔ تو آپ صلعم نے فرمایا: اگر تم ذکر آوری کی اسی کیفیت پر ہمیشہ رہو جس پر تم میرے حضور ہوتے ہو تو فرشتے تمہارے بستروں میں اور راہ چلتے تمہارے ساتھ مصافحہ کریں لیکن اے حنظلہ، وقت وقت کی بات ہے۔" مسلم کتاب الذکر والدعاء

۸۔ خاتمہ والتماس

قارئینِ محترم۔اعترافات آپ نے پڑھے۔قیمتی وقت عنایت کرنے پر بہت شکریہ۔اگر آپ کو کچھ اچھا لگا تو الحمد للہ اور اگر خدانخواستہ کوئی شے بارِ خاطر ہوئی تو معاف کر دیجئے کہ اس کا ذمہ دار میں ہوں۔

یہ تحریر آپ کی خدمت میں میں نے بطورِ تحفہ پیش کی تھی آپ کی عنایت کہ آپ نے یہ تحفہ قبول فرمایا۔اگر آپ اس تحفے کا جواب تحفے کی صورت میں دینا چاہیں تو مجھے اجازت دیں کہ میں آپ کو بتاوں کہ مجھے آپ سے کیسا تحفہ درکار ہے۔

جیسا کہ اوپر کہیں ذکر آیا یہ دنیا مخلوق ہونے کے ناطے کمال کی حامل نہیں ہو سکتی بلکہ اس میں، خالق کے مقابلے میں رکھ کر دیکھئے تو، نقائص پائے جاتے ہیں جو دکھ درد کی صورت میں بھی ظاہر ہوتے ہیں۔خدا نے کائنات تخلیق کی تو ان نقائص کو قبول کرتے ہوئے کی اور دردِ دل کے واسطے انسان کو پیدا کر دیا کہ وہ جہاں تک ہو سکے دنیا کے جسم پر لگے زخموں پر مرہم رکھ سکے۔

آپ سب ماشااللہ کشادہ دل بندے ہیں۔غربت اور بیماری تلے پسی سسکتی انسانیت کو راحت پہنچانے کے لیے حتی المقدور کوشش کرتے ہوں گے۔ہماری درخواست ہو گی کہ درد کے جس رنگ میں بوڑھے، مرد، عورتیں اور معصوم بچے ہم نہایت قریب سے دیکھ کر آئے آپ کی مساعیءجمیلہ سے اس کے مبتلاوں کو بھی کچھ فیض پہنچے۔ہماری مراد یقیناً گردوں کے مرض میں مبتلا غریب لوگ خصوصاً بچے ہیں۔آگے بڑھیے اور اپنی مدد کا کچھ حصہ ان کے لیے وقف کیجئے۔خوش قسمتی سے وطن عزیز میں ایسے افراد کی کمی ہے نہ اداروں کی جو بطورِ خاص ان مریضوں کے علاج اور دیکھ بھال کے لیے وقف ہیں ۔سب سے شاندار مثال بے شک سندھ انسٹی ٹیوٹ آف یورالوجی اینڈ ٹرانسپلانٹ ہے جو ایک سال میں دس لاکھ مریضوں کا بالکل مفت علاج کرتا ہے۔آپ اس ادارے سے تعاون کر سکتے ہیں۔ایسے مزید اداروں یا افراد کے متعلق معلومات حاصل کرنا انٹرنیٹ کے اس دور میں مشکل نہیں۔بہت سے مستحقین آپ کو اپنے ارد گرد نظر آ جائیں گے۔

امید ہے آپ سے وہی تحفہ ملے گا جو ہمیں درکار ہے۔۔۔۔اللہ آپ کا حامی و ناصر ہو۔